شذرات

وقفِ اسلامی

وقف کے لغوی معنی روکنے کے ہیں اور شریعت میں تصدق بالمنفعۃ کا نام وقف ہے۔ ہمارے ائمہ احناف کا وقف کے ابتدائی صحت میں اگرچہ باہم اختلاف پایا جاتا ہے لیکن جب سب ائمہ کے ہاں شرائط کی موجودگی کے بعد وقف صحیح ہو جائے تو وہ واقف کی ملک سے نکل جاتا ہے کما یقول الإمام احمد بن محمد القدوری: اذا صح الوقف علی اختلافهم خرج من ملك الواقف۔ اس طرح وقف اسلامی سے سین تعلیمات اسلامی کی نشاندہی ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی تعلیمات کی رُو سے فرد ہو یا مجتمع دنیا کی کسی بھی چیز کا ذاتی مالک نہیں ہے، ہر چیز کا اصل مالک باری تعالیٰ ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔ انسان اس کی طرف سے نیابت کے فرائض انجام دے رہا ہے اور اس میں ہر چیز معاشرہ کی ملکیت میں داخل ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ کی اس آیت: ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا کی تفسیر کرتے ہوئے سلسلہ ولی اللہی کی مشہور علمی شخصیت شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ ارشاد فرماتے ہیں:

جملہ اشیاء عالم بدلیل فرمان واجب الإذعان خلق لکم ما فی الارض جمیعا تمام بنی آدم کی ملک معلوم ہوتی ہے یعنی غرض خداوندی تمام اشیاء کی پیدائش سے دفع حوائج (حاجات جملہ ناس (انسان) ہے اور کوئی شئی فی حد ذاتہ (بذات خود) کسی کی مملوک خاص نہیں بلکہ ہر شئی اصل خلقت میں جملہ انسان میں مشترک ہے اور من وجہ سب کی مملوک ہے۔ ہاں بوجہ نزاع وحصول انتفاع قبضہ کو علت ملک مقرر کیا گیا ہے اور جب تک کسی شی پر ایک شخص کا قبضہ تامہ مستقلہ باقی ہے اس وقت تک کوئی اور اس میں دست درازی نہیں کر سکتا۔ ہاں خود مالک وقابض کو چاہیئے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے بلکہ اس کو اوروں کے حوالہ کردے کیونکہ باعتبار اصل اوروں کے حقوق اس کے ساتھ متعلق رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ مال کثیر حاجت سے بالکل زائد جمع رکھنا بہتر نہ ہوا گو کہ زکوٰۃ بھی ادا کی جائے۔ اور انبیاء اور صلحا اس سے نہایت مجتنب رہے چنانچہ احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے بلکہ بعض صحابہ و تابعین

وغیرہ نے حاجت سے زائد رکھنے کو حرام ہی فرما دیا۔ بہرکیف غیر مناسب اور خلاف اولیٰ ہوتے ہیں تو کسی کو کلام نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ زائد علی الحاجہ (ضرورت سے زائد سرمایہ) سے تو اس کی تو کوئی غرض متعلق نہیں اور اوروں کی ملک من وجہ (ایک لحاظ سے) اس میں موجود۔ تو گویا یہ شخص مذکور من وجہ ایک لحاظ سے مال غیر میں قابض و متصرف ہے اور اس کا مال بعینہ مال غنیمت کا سا تصور کرنا چاہیئے وہاں بھی قبل تقسیم یہی قصہ ہے کہ مال غنیمت تمام مجاہدین کا مملوک (اور حق) سمجھا جاتا ہے مگر بوجہ ضرورت و حصول انتفاع بقدر حاجت ہر کوئی مال مذکور سے منتفع ہو سکتا ہے۔ ہاں حاجت سے زائد جو رکھنا چاہیے اس کا حال آپ کو معلوم ہے کہ کیا ہونا چاہیئے (یعنی خائن شمار ہوگا)[1]

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنی معرکۃ آراء تالیف "آب حیات" میں جملہ اموال کو مباح الأصل قرار دیا ہے اور بوجہ قبض و استیلاء یا غلبہ مملوک کہلاتے ہیں فرماتے ہیں: ہر چیز اپنی ذات میں اللہ کی ملک ہے بیع و شراء، اجارہ، ہبہ اور میراث وغیرہ اسباب حصول قبض ہیں نہ اسباب ملک بالذات نہیں۔

مصر کے مشہور محقق عالم مفتی محمد عبدہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں: یہ جملہ "خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا" جمیع فقہاء کے اس معروف و مشہور قاعدہ پر دلیل ہے کہ مخلوق اشیاء میں اباحت ہے اور اس لئے تمام اشیاء سے کھانے پینے، اوڑھنے، دوا دارو، سواری اور زینت کا کام لیا جاسکتا ہے۔ مخلوق کو اپنی دینداری دکھانے کے لئے کسی ایسی شئی کو حرام کہنے کا حق نہیں ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مباح قرار دیا ہے۔ حلت و حرمت کا تمام دار و مدار خدا کی طرف سے وحی اور اجازت پر ہے[2]

وقف اسلامی سے ایک گونہ موقوف چیز سے نفع حاصل کرنے میں اجتماعیت پیدا ہوتی ہے جو ایک فرد کے مملوک ہونے میں نہیں اور موقوف ایک جگہ رہتے ہوئے بھی متحرک معلوم ہوتا ہے صالح اور متوسط معاشرہ میں مال و دولت کو ایک جگہ جمع ہونے نہیں دیا جاتا بلکہ اس کا یہ کام ہوتا ہے کہ قوم کے افراد کو ان کی ضرورتوں اور حاجتوں سے غنی اور بے پروا بنا دے۔ تمدن کے بقا اور طویل مدت تک اس کے چلنے اور زندہ رہنے کا یہی طریقہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آیت وآتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ کو اگر غور سے پڑھا جائے تو

---

[1] ایضاح الادلہ ص ۶۸ [2] تفسیر المنار جلد ا ص ۲۴۷ طبع دار المنار ۱۳۷۳ھ

اس سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ معاشرہ کو اعتدال پر قائم رہنا چاہیئے۔ اس آیت میں جس معتدل اور متوسط معاشرہ کا ذکر ہے۔ ایسا معاشرہ مال کے ساتھ محبت رکھتے ہوئے بھی اس کو اپنے رشتہ داروں میں بانٹ دیتا ہے اور ان میں سے کسی ایک فرد کو بھی محتاج نہیں چھوڑتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملت ابراہیمی کے اتباع کا حکم خداوندی ہے واتبع ملة ابراهيم حنيفا ملت ابراہیمی کے جملہ معابد و مساجد کو مال موقوف اعتقاد کیا جاتا تھا جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو بیت اللہ اور بیت المقدس جن کی مذہبی تاریخ نہایت قدیم بتائی گئی ہے یہ دونوں کسی کی ملکیت میں نہ تھے، اسی طرح جب رسول اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی تعمیر کرائی تو وہ بھی کسی کی ملکیت نہ تھی سب کو اس میں عبادت کرنے کا حق تھا۔ پھر آہستہ آہستہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ترغیب سے صحابہ کرام میں ایثار اور قربانی بڑھتا گیا صدقات اور وقف اسلامی کے کئی مثالیں دیکھنے میں آئیں۔

مشہور محدث ابن حزم ظاہری اندلسی نے اپنی مشہور تالیف "محلّی"[۱] میں جو روایات لائی ہیں وہ ہمارے اس نظریئے کی تائید کرتی ہیں کہ ضرورت سے زائد مال وقف اسلامی یا کسی دوسرے ذریعہ سے محتاجوں میں تقسیم کیا جائے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس اپنی ضرورت سے زائد سواری ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ کسی ایسے شخص کو دیدے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس کھانے پینے کا سامان حاجت سے زائد ہو تو اسے چاہیئے کہ زائد از ضرورت سامان حاجت مند کو دیدے" حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مال کے مختلف انواع کا ذکر فرماتے رہے حتّٰی کہ ہم نے یہ سمجھا کہ ہم میں سے کسی کو بھی اپنے زائد مال پر کسی قسم کا حق نہیں ہے۔

---

[۱] محلی ابن حزم جلد ۲ صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸